

اخلاق محمدیٰ سے دنیا فتح ہوگی

دعا کے بعد سب سے قوی ہتھیار حسن خلق کا ہتھیار ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 مئی 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔
 وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
 وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ
 وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا
 مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٧﴾
 الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا
 آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٣٨﴾

(النساء: 37, 38)

پھر فرمایا:-

گزشتہ جمعہ پر جو میں نے تلاوت کے لئے دو آیات چنی تھیں ان سے متعلق آج مجھے

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے یہ بتایا کہ وہ آیات تو سورۃ الحجرات کی تھیں لیکن لکھنے والے نے غلطی سے حوالہ سورہ تحریم کا درج کر دیا تھا کیونکہ یہ حوالے کی غلطی ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ تمام سننے والے جنہوں نے ریکارڈ بھی کیا تھا خصوصیت کے ساتھ ریکارڈ میں یہ درستی کر لیں۔ آیات وہی ہیں، آیات میں غلطی نہیں ہے مگر حوالہ غلط بھی نامناسب بات ہے اور یہ کتابت کی غلطی تھی جس نے بھی حوالہ درج کیا غلطی سے اس سے ایک اور سورۃ کا نام لکھا گیا تھا۔

یہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان کے مضمون پر گفتگو سے پہلے میں آج بھی کچھ اجتماعات کا اعلان کرتا ہوں۔ تین ہیں آج کے اجتماعات۔ ایک تو جماعت احمدیہ جاپان کی مجلس شوریٰ کل چودہ مئی سے شروع ہو رہی ہے۔ دو دن جاری رہ کر 15 مئی کو اختتام پذیر ہوگی۔ جماعت احمدیہ جاپان اگرچہ تعداد میں بہت چھوٹی ہے مگر اللہ کے فضل سے کاموں میں اور حوصلے میں بہت بلند ہے اور اب تک مسلسل ان کے اندر استقلال سے نیکیوں کو چمٹنے کی صفت ایسی ہے جو نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے باوجود اس کے کہ جاپان میں آ کر پناہ ڈھونڈنے والے یا کام تلاش کرنے والے احمدی تھے جو واپس چلے گئے اور تعداد میں کمی آئی مگر ان کی قربانیوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ پس اللہ ان کو ہمیشہ اپنی راہنمائی، اپنی حفاظت میں رکھے اور ہمیشہ ان کا قدم آگے بڑھاتا رہے اور جو کمی، جانے والوں کے نتیجے میں آئی ہے وہ نئے آنے والوں کے ذریعے پوری فرمائے بلکہ اس سے بہت بڑھ کر پوری فرمائے۔ نئے آنے والوں سے میری مراد تبلیغ کے ذریعے آنے والے ہیں اور جاپان کی جماعت صرف مالی قربانی میں نہیں بلکہ تبلیغ کے معاملے میں بھی خدا کے فضل سے بڑی مستعد جماعت ہے اور ابھی دو تین دن کی ڈاک میں بعض دوستوں نے اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی تبلیغ کو پھل لگے ہیں اور یہ زمانہ تبلیغ کے پھلوں کا زمانہ ہے اور ہر طرف بہا رہی ہے اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ جاپان بھی اس الہی بہار سے بھر پور حصہ لے گا۔ جاپان میں یہ مشکل ہے کہ تعداد کے مقابل پر اور نفوس کے لحاظ سے جماعت احمدیہ بہت تھوڑی ہے، نہ ہونے کے برابر ہے اور بہت دیر بعد جاپان میں کام شروع ہوا۔ شروع میں تو اس کام کا کوئی نتیجہ نکلا ہی نہیں یعنی سا لہا سال تک ہمارے مبلغ پیغام دیتے رہے مگر وہ ماحول اتنا مختلف ہے کہ ان کے ہاں روحانی قدروں کا کوئی تصور ہی نہیں اس لئے جاپان میں کوئی بھی کوشش کا رآمد نہ ہوئی لیکن جب خدا کے فضل سے بعض مخلص غیر مبلغ لوگ وہاں پہنچے

اور انہوں نے مبلغ کو تقویت دی تو وہ ماحول پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں خدا کے فضل سے کوششیں بار آور ہو جایا کرتی ہیں اور اب وہ ماحول ماشاء اللہ بہت عمدگی کے ساتھ اپنے پھل دکھا رہا ہے، اپنے جو ہر دکھا رہا ہے۔

جاپان سے متعلق میں ان کو حضرت مصلح موعودؑ کی ایک خواب یاد دلانا چاہتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؑ نے ایک دفعہ رویا میں دیکھا کہ آپ نے ایک چھوٹا پرندہ کمزور سا پکڑا ہے اور یہ جاپان کی مثال کے طور پر آپ کو دکھایا گیا تھا کہ جاپان میں تبلیغ کیسے ہوگی اور وہ اتنا کمزور ہے کہ اسے غالباً میری کوئی والدہ ہیں ام مین تھیں یا کوئی اور مجھے نام یاد نہیں وہ اسے کچھ کھلانا چاہتی ہیں تو حضرت مصلح موعودؑ کہتے ہیں کہ ابھی اس کا معدہ کمزور ہے کہ بہت تھوڑا تھوڑا کھلاؤ ابھی اس میں ہضم کرنے کی طاقت نہیں ہے اور یہ رویا بہت پرانی اخبار میں چھپی ہوئی ہے مجھے اس کی تفصیل یاد نہ رہی ہو تو اس کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ جاپان کی قوم میں ابھی دین کو ہضم کرنے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی اور رفتہ رفتہ اتنا کھلاؤ جتنا اسے ہضم کرنے کی طاقت ہے پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کو وہاں صبر بھی دکھانا چاہئے اور حوصلہ بھی اور حکمت کے ساتھ رفتہ رفتہ روحانی غذا دینے کی کوشش کرنی چاہئے جو ساتھ ساتھ ہضم ہوتی چلی جائے۔

ایک اجتماع مجلس انصار اللہ USA کا ہے جو تیرھواں سالانہ اجتماع ہے۔ کل 14 مئی سے شروع ہو رہا ہے اور 15 مئی کو اختتام پذیر ہوگا اور ایک جماعت احمدیہ ملتان کے واقفین نوکی تربیتی کلاس ہے۔ ان سب کو عمومی طور پر میرا پیغام وہی ہے جو میں خطبے میں سب جماعت کو دے رہا ہوں اور اس خطبے میں بھی اسی سلسلے میں چند اور باتیں کروں گا۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کا ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اور اللہ کی عبادت کرو اور لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ وَ بِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ اور اقرباء کے ساتھ بھی، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور مسکینوں کے ساتھ بھی وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ اور وہ پڑوسی جو قرب میں رہتے ہوں۔ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں مگر ایک معنی یہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ اور وہ پڑوسی جو قریب میں رہتے ہوں۔ وَالْجَارِ الْجُنُبِ اور وہ پڑوسی جو پہلو میں رہتے ہیں مگر ویسے رشتہ دار نہیں وَالصَّاحِبِ بِالْجُنُبِ اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے

والے لوگوں کے لئے وَابْنِ السَّبِيلِ اور رستہ چلتے یعنی مسافروں کے لئے وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ اور جن پر تمہارے ہاتھوں کو غلبہ عطا ہوا ہو۔ ان سب سے حسن سلوک کرو إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ایا درکھو اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے اور اترانے والے شخص کو پسند نہیں فرماتا۔ اترانے والا اس کو کہتے ہیں جو چھوٹی سی بات پر اچھلنے لگ جائے اور فخر کے ساتھ دکھاوا کرنے لگے۔ فرمایا فَخُورًا فخر کرنے والے اور اترانے والے شخص کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَهُوَ لَوْجٌ جَوْنٌ لِيْتِيَةً اور نجل ہی کا حکم بھی دیتے ہیں۔ وَيَكْفُرُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ اور جو خدا نے ان پر فضل فرمائے ہوئے ہیں وہ انہیں لوگوں سے چھپاتے ہیں تاکہ کہیں مانگ نہ بیٹھے۔ بتاتے نہیں ہیں کہ انہیں خدا نے کیا کچھ عطا کیا ہوا ہے۔ انکساری کی بنا پر نہیں بلکہ اس خوف کی وجہ سے نہیں بتاتے کہ لوگوں کو پتا لگا کہ ہمارے پاس کیا کچھ ہے تو کہیں مانگ ہی نہ بیٹھیں۔ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا اور کافروں کے لئے ہم نے ایک ذلت والا عذاب مقرر کر رکھا ہے یا تیار کر رکھا ہے۔ یہ جو آیات ہیں ان کے مضمون پر میں احادیث کے حوالے سے روشنی ڈالوں گا۔ عمومی طور پر ان کا تعارف یہ کروا تا ہوں کہ اللہ کی عبادت جس میں شرک کا شائبہ بھی نہ ہو یہ بنیادی تعلیم ہے۔ وہ عبادت جو خالصہ اللہ کے لئے ہو اور شرک سے کلیہً پاک اور صاف ہو وہ انسانی تعلقات کو منقطع کرنے پر آمادہ نہیں کرتی بلکہ اللہ کے حوالے سے ان تعلقات کو قائم کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ پس وہ عبادت گزار جو دنیا سے تعلقات کاٹ کر ایک طرف ہو جائیں وہ حقیقت میں واحد خدا کی عبادت کرنے والے نہیں بلکہ کسی اور ذات کی عبادت کرتے ہوں گے۔ اللہ کی عبادت کرنے والا جو شرک سے پاک ہو اس کی یہ صفات ہیں اور ان صفات سے اس کی عبادت کا خلوص پہچانا جائے گا کیونکہ جو عبادت انسان خدا کے حضور کرتا ہے اس پر دنیا تو گواہ نہیں ہے اس کے دل کی کیا کیفیت ہے۔ وہ خالصہ اللہ کے لئے ہے کہ نہیں، شرک سے پاک ہے کہ نہیں۔ یہ سارے وہ معاملات ہیں جن کا رخ خدا کی طرف ہے اور اللہ دیکھ رہا ہے اور بندے کو کچھ پتا نہیں کہ کیا ہو رہا ہے لیکن ایسے لوگوں کی کچھ علامات ایسی ہیں جو بندے بھی دیکھ سکتے ہیں اور ان علامتوں کو دیکھ کر ان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خالص عبادت کرنے والا غیر مشرک ہے جس نے اپنے وجود کو تمام تر اللہ کے لئے کر دیا یہ وہ لوگ ہیں

جن کی صفات بیان ہو رہی ہیں۔

سب سے پہلے فرمایا **وَابَالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ والدین ایک قسم کے رب بن جاتے ہیں کیونکہ والدین کے ذریعے انسان دنیا میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے بعد سب سے پہلے والدین ہی کا ذکر ضروری تھا اور یہی کیا گیا ہے لیکن والدین کو ایسے مرتبے پر رکھا ہے جہاں فرمایا ان کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ خدا تعالیٰ کا جہاں تک معاملہ ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ احسان کا سلوک ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کے احسان ہم پر حاوی ہیں اور اس میں ایک بہت لطیف مضمون یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر چہ ماں باپ تمہیں پیدا کرتے ہیں مگر احسان اللہ کا ہے جب تم ان کے ساتھ حسن سلوک کرو تو ایسا کرو کہ تمہاری طرف سے وہ احسان ان کی طرف رواں ہونے والا ہو۔ ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ دعا کرو ان کے لئے کہ اے خدا ان سے یہ سلوک فرما اور یہ سلوک فرما **كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا** جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت فرمائی اور میری پرورش کی لیکن وہاں بھی یہ نہیں فرمایا کہ والدین کا احسان ہے۔ احسان تو ہے اس کا انکار نہیں یہ نہ غلطی سے سمجھیں کہ **نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ** قرآن کریم والدین کے احسان کی نفی فرما رہا ہے۔ جس سیاق و سباق میں بات ہو رہی ہے وہاں یہ مضمون ہے کہ احسان اللہ ہی کا ہے اور تخلیق کے جو ذرائع اس نے پیدا فرمائے ہیں ان کے ذریعے ایک چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ احسان کی خاطر ماں باپ ایسا نہیں کرتے۔ اب آپ دیکھ لیں جو آج کل کی دنیا میں ماں باپ کے سامنے بچے سر اٹھاتے ہیں اور بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں ان میں ایک یہ بات بھی ہوتی ہے کہ تم نے کون سا ہم پر احسان کیا ہے۔ تم نے شادی کی تھی اپنی لذتوں کی خاطر، اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے، ہم نے تو پیدا ہونا ہی تھا نہ ہوتے تو پھر تمہیں تکلیف پہنچتی، ہم پر کوئی احسان نہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو حقیقی ہے۔ میرے سامنے بعض دفعہ مغربی دنیا میں بعض لوگوں نے ذکر کیا کہ یہاں بچے ایسی باتیں کرتے ہیں اور بعض دفعہ خطوں میں مشرق سے بھی بعض احمدی لکھتے ہیں کہ ہمارے بچوں کے سر پھر گئے ہیں وہ بد تمیزی سے باتیں بھی کرتے ہیں کہ تم نے ہمیں پیدا کیا تمہارا کیا احسان ہے۔ یہ جو مضمون ہے یہ پھر آگے بڑھتا ہے پھر ایسے سرکش خدا پر بھی ایسی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں مگر امر واقعہ یہ ہے کہ ماں باپ پیدا کرتے ہیں تو احسان کی نیت سے پیدا نہیں کرتے اس میں کوئی

شک نہیں لیکن اللہ جب پیدا فرماتا ہے تو احسان کے ساتھ پیدا فرماتا ہے۔ ماں باپ مستغنی نہیں ہیں یعنی اگر ان کے بچے نہ ہوں تو ان میں کمزوری واقع ہوتی ہے لیکن خدا مستغنی ہے اگر وہ بندوں کو پیدا نہ کرے یا یکسر مٹا دے تب بھی وہ اپنی حمد میں، اپنی ذات میں ہر دوسری چیز سے مستغنی رہے گا۔ پس یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لازماً احسان ہے اپنی مخلوق پر لیکن دوسرے لوگ جو چیزیں پیدا کرتے ہیں ان کا ان پر ان معنوں میں احسان نہیں جیسے خالق کا مخلوق پر احسان ہوا کرتا ہے۔ تو فرمایا مگر تم نے ان سے احسان کا سلوک کرنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو نسل پیچھے رہ رہی ہے وہ اس سے جو آنے والی نسل ہے مستغنی ہو جایا کرتی ہے اور احسان کے بغیر اس سے تعلقات کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ماں باپ کبھی بھی بچوں سے مستغنی نہیں ہو سکتے لیکن بچے ماں باپ سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، پیچھے رہ گئے چھوڑو پرے، ہماری زندگیاں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور ان کو بوجھ محسوس کرتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو ماں باپ کی ان قربانیوں کو بھول جاتے ہیں جو چاہے وہ اپنے نفس کی تسکین کی خاطر ہی کرتے ہیں۔ مگر بہر حال قربانیاں ہیں اور بعد کی خدمتوں کو بھول جاتے ہیں ان کو توجہ دلائی کہ تم اگر احسان مند نہیں ہونا چاہتے تو احسان کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری خاطر تکلیفیں بہر حال اٹھائی ہیں۔ چنانچہ ماں کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دیکھو کتنا لمبا عرصہ وَهْنًا عَلَيَّ وَهْنًا عَلَيَّ وَهْنًا عَلَيَّ ایک تکلیف کے بعد دوسری تکلیف اٹھاتے ہوئے تمہیں ماؤں نے اپنے پیٹوں میں پالا ہے اور یہاں تک کہ تمہاری پیدائش ہوئی پھر اس کے بعد تمہارے لئے تکلیفیں اٹھائی رہیں۔ تو اللہ احسان کا انکار نہیں فرما رہا مگر ایک نفسیاتی انداز ہے گفتگو کا جو بہت ہی گہرا اور انسانی فطرت سے مطابقت رکھتا ہے۔ بجائے یہ کہنے کے کہ اے بچے، اے لڑکے تو اپنے ماں باپ کا احسان یاد کرو اور وہ بدلے اتار۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ماں باپ کے احسان کے بدلے اتر ہی نہیں سکتے نہ خدا کے احسان کے اتر سکتے ہیں فرمایا اگر تو بوجھ محسوس کرتا ہے تو احسان کر کیونکہ اسی میں تیری بہتری اور تیری بھلائی ہے اور یہ سارے احسانات جن کا بعد میں ذکر آئے گا یہ اللہ کے احسان کی یاد میں ہی کئے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بے شمار احسانات ہیں ان کا بدلہ خدا سے تو آپ اتار نہیں سکتے۔ اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندوں پر احسان کرو اگر تم احسان مند ہو اور یہ ہمیں خدا کا احسان اتارنے کی کوشش کرنے کا ایک راستہ بتا دیا۔

یہ بات جو میں بیان کر رہا ہوں یہ حقیقت ہے یہ کوئی ملمع کاری نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے انہی معنوں میں اس مضمون کو کھول کر ہمارے سامنے رکھا۔ جب فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں سے ناراضگی کا اظہار فرمائے گا اور اس رنگ میں ان سے باتیں کرے گا کہ دیکھو جب میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، جب میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، جب میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑے نہیں پہنائے، جب میں بے گھر تھا مجھے گھر مہیا نہ کیا۔ ہر دفعہ بندہ یہ سن کر کہے گا کہ اے خالق و مالک! میں محتاج ہوں تو تو محتاج نہیں۔ تو کب پیاسا تھا جب کہ میں نے تجھے پانی نہیں پلایا تو کب بھوکا تھا جب میں نے تجھے کھانا نہیں کھلایا۔ تو ہر دفعہ اللہ یہ جواب دے گا جب میرا ایک بندہ پیاسا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ جب میرا ایک غریب بندہ بھوکا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تو گویا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ اللہ کی عظمتوں کا کوئی حساب نہیں ہے وہ بھی اپنے لئے عاجزی کے رنگ ڈھونڈھ لیتا ہے حالانکہ ہر قسم کے عجز سے پاک ہے۔

تو اس آیت میں یہی مضمون ہے کہ اصل تو خدا کا احسان ہے مگر خدا کا احسان تم خدا پر اتار نہیں سکتے۔ خدا کے احسان کی یاد میں میرے بندوں سے احسان کا سلوک کرو اور ان میں سب سے پہلے ماں باپ کا حق ہے۔ سب سے پہلے سرفہرست ماں باپ کو بیان فرمایا۔ اب ماں باپ سے متعلق بد قسمتی سے آج کل جو نیا زمانہ ہے اس میں ان کی طرف کم سے کم توجہ رہ گئی ہے۔ مشرق میں بہت سی جگہوں پر ابھی تک یہ قد ریں باقی ہیں لیکن مغرب میں تو تیزی سے یہ اعلیٰ قدریں ٹٹی چلی جا رہی ہیں اور مشرق میں بھی بہت ایسے درناک اور تکلیف دہ واقعات سامنے آتے رہتے ہیں کہ نئی نسلیں اپنے ماں باپ کے تقاضے پورے نہیں کرتیں۔

یہ وہ مسائل ہیں جو جماعت احمدیہ کے سامنے بھی وقتاً فوقتاً آتے رہتے ہیں اور یہ مسائل ایسے ہیں جو ایک طرف کے نہیں دوسرے طرف کے بھی ہیں اور ان دونوں کے درمیان توازن رکھنا بے حد ضروری ہے۔ یہ بات سمجھا کر پھر میں چند احادیث آپ کے سامنے رکھوں گا۔ توازن اس لئے کہ ماں باپ کے احسان کے نام پر بعض دفعہ بچے ماں باپ کی طرف اتنا جھکتے ہیں کہ بیوی بچوں سے انصاف کے تقاضے بھول جاتے ہیں مگر ان کو یہ یاد نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ نے احسان کا لفظ استعمال فرمایا

ہے اور احسان نا انصافی پر مبنی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس راز کو سمجھیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماں باپ سے احسان کرو لیکن ماں باپ سے احسان یہ اجازت نہیں دیتا کہ کسی اور سے نا انصافی کرو کیونکہ کوئی احسان نا انصافی کی بنیاد پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اگر بیوی سے نا انصافی کی بنیاد پر ماں باپ کا احسان قائم ہوتا ہے تو اس آیت کریمہ کے مضمون کو جھٹلانے کے بعد، رد کرنے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھیں احسان اور عدل کا یہ جو تعلق ہے یہ قرآن کریم نے بارہا کھولا ہے اور تمام تعلیمات میں یہ تعلق بہت نمایاں ہو کر دکھائی دیتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِي ذِي الْقُرْبَىٰ اللہ پہلے عدل کا حکم دیتا ہے پھر احسان کا حکم دیتا ہے۔ جس نے عدل نہیں کیا اس نے احسان نہیں کیا اور احسان کے بعد پھر اِيتَائِي ذِي الْقُرْبَىٰ کا مقام ہے یعنی اس طرح دو جیسے وہ تمہارے اپنے ہوں اور وہاں احسان کا لفظ ہی بے تعلق دکھائی دینے لگے۔ تو اس لئے میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ اکثر مجھے اس قسم کے خط ملتے رہتے ہیں کبھی بچیوں کی طرف سے، کبھی ماں باپ کی طرف سے، کبھی لڑکوں کی طرف سے اور وہ پوچھتے ہیں کہ ماں باپ کے حق میں کیا کیا بات داخل ہے۔ ابھی پاکستان سے ایک نوا احمدی خاتون کا خط بھی ملا ہے وہ لکھتی ہے کہ ماں باپ کے احسان پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے یعنی ان کے حقوق ادا کرنے پر بہت زور دیا ہے اور میری احمدیت ان پر اتنی شاق گزر رہی ہے کہ بعض دفعہ مجھے لگتا ہے کہ شاید ماں باپ کا حق ادا نہیں کر رہی اور گناہ کر رہی ہوں۔ ان کو تو میں نے سمجھانے کا خط لکھا ہے تاریخ کے حوالے سے۔ اس ماں کے حوالے سے جس نے اپنے بچے کے اسلام پر اتنی تکلیف محسوس کی تھی کہ ایک موقع پر اس نے کہا اے بیٹے میں تجھے اپنا دودھ نہیں بخشوں گی۔ میں حسرت کے ساتھ مروں گی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے ترے دل پر یہ داغ لگا رہے گا کہ میں نے ماں سے بدسلوکی کی تھی اور مجھ سے ناراض گئی۔ الفاظ یہ نہیں تھے مگر مضمون یہی تھا جو ماں نے ادا کیا۔ اس وقت اس کے بیٹے نے کیسی حکمت کی بات کی اور کیسی عقل کی اور کیسی عارفانہ بات کی۔ اس نے کہا تو مجھے بہت پیاری ہے کوئی اور چیز دنیا میں مجھے اتنی پیاری نہیں مگر ایک یعنی محمد رسول اللہ ﷺ اور میرا خدا۔ پس اگر تو کہتی ہے کہ اللہ اور رسول کو تیری خاطر چھوڑ دوں اور یہ ڈراو ادیتی ہے کہ میں اس حالت میں مروں گی کہ تیرے گناہ نہیں بخشوں گی تو پھر اے ماں! میرے سامنے سو جائیں تیری سسکتی ہوئی نکل جائیں مگر میں خدا کی قسم محمد رسول اللہ ﷺ اور اپنے خدا کو نہیں چھوڑوں

گا۔ یہ ہے حفظِ مراتب کا معاملہ۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا** اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ہر دوسرا تعلق اس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ **وَبِأَنوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** اب جو کچھ کرو اللہ کی خاطر کرو کیوں کہ ہر شریک کی نفی ہو چکی ہے۔ ہر خاطر کی نفی ہو چکی ہے۔ اللہ کی خاطر کرو اور سب سے پہلے یاد رکھو کہ اللہ تمہیں والدین سے احسان کے سلوک کی ہدایت فرماتا ہے۔ اب احسان کا سلوک جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا اور بہت ہی باریک توازن ہے جو آپ کو لازماً اختیار کرنا ہوگا۔ اگر ماں اس بات پر راضی ہے کہ آپ دوسروں سے عدل کا سلوک نہ کریں تو پھر آپ کا ماں سے راضی رہنا یا ماں کو راضی رکھنا فرض نہیں ہے بلکہ اگر آپ عدل کو قربان کر کے ایسا کریں گے تو خدا سے بے وفائی کر کے ایسا کریں گے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی حکم ہے کہ ماں باپ چاہے زیادتیاں کرتے چلے جائیں ان کے سامنے اُف نہیں کرنی۔ ایسی صورت میں ماں باپ کی زیادتیاں برداشت کریں۔ وہ جتنے طعنے دیں، جس قدر سخت کلامی کریں آپ اُف نہ کریں کیونکہ خدا کی خاطر آپ یہ برداشت کر رہے ہیں لیکن کسی کی حق تلفی نہیں کرنی۔ اس کے برعکس دوسری صورت بھی ہے کہ ماں باپ کو ایک ردی کی چیز کے طور پر پھینک دیا جاتا ہے اور بیوی بچوں کے ساتھ ایک انسان عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ بھی نہ صرف عدل کے تقاضوں کے بالکل مخالف ہے بلکہ ایک بہت بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ یہ جو صورت حال ہے اس کو باریک توازن کے ذریعے درست حالت میں رکھنا ایک بڑا مشکل کام ہے۔ لیکن اگر آپ غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ اصل معاملہ حسنِ خلق یا بد اخلاقی کا ہے۔ وہ لوگ جن کے اخلاق درست ہوں وہاں یہ مسائل اٹھتے ہی نہیں ہیں۔ جن کے اعلیٰ اخلاق ہوں وہاں تو اس بات کا کوئی واہمہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ کوئی بیٹا ماں اور بیوی کے حقوق کے درمیان یہ جنگ لڑ رہا ہو کہ کس کو کیا دوں اور کس سے کیسا سلوک کروں۔ وہاں تو ہر آدمی ایک دوسرے پر فدا ہو رہا ہوتا ہے، ایک دوسرے کے لئے قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ ماں باپ کے علاوہ ایک دوسری لسٹ لمبی سی ہے ان کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔

پس میں نے جہاں تک ان حالات کا جائزہ لیا ہے مجھے ہر دفعہ بنیادی بیماری اخلاق کی کمزوری دکھائی دیتی ہے جہاں مائیں مثلاً اچھے اخلاق کی ہوں اور بہوئیں بھی اچھے اخلاق کی وہاں مل

جائیں وہاں دونوں طرف سے ایسے ایسے پیارے فدائیت کے خط آتے ہیں کہ دل کی گہرائیوں سے از خود دعائیں اٹھتی ہیں اور ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ سبحان اللہ کیسی پیاری بہو اور کیسی پیاری ساس ہے کہ اپنے خطوں میں الگ الگ ایک دوسرے کی تعریفیں، ان کے لئے دعائیں، انہوں نے ہمارا دل راضی کر دیا۔ بہوئیں لکھتی ہیں کہ ہمیں تو بعض دفعہ لگتا ہے وہ ہماری ماں سے زیادہ پیار کرنے والی ہے اور سائیں لکھتی ہیں کہ ہماری بیٹیوں نے کب ہماری ایسی خدمت کی تھی جیسی یہ بہو کر رہی ہے، یہ تو بیٹیوں سے بڑھ گئی ہے۔ پس جہاں حسن خلق ہو وہاں نا انصافیوں کا تو وہم و گمان بھی باقی نہیں رہتا۔ احسان سے معاملہ ابتداء ذی القربیٰ میں داخل ہو جاتا ہے اور دنیا میں انسان کو جنت مل جاتی ہے۔ پس میری یہ کوشش ہے اور میں لمبے عرصے سے یہ کوشش کر رہا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے بنیادی اخلاق درست ہو جائیں تو ہمارے تمام معاشرتی اور باہمی لین دین کے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

بنیادی طور پر حسن خلق ہے جو حقیقت میں قوموں کو زندہ کیا کرتا ہے اور حسن خلق ہی ہے جو دنیا پر غالب آیا کرتا ہے دلائل اور مسائل سے دنیا نہیں جیتی جاتی۔ دلائل اور مسائل سے تو بعض دفعہ فساد بڑھتے ہیں۔ لیکن حسن خلق سے گھر بھی جیتے جاتے ہیں اور گلیاں بھی جیتی جاتی ہیں اور شہر بھی جیتے جاتے ہیں اور ملک بھی جیتے جاتے ہیں۔ تمام دنیا کی فتح حسن خلق پر مبنی ہے اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھوں میں دعا کے بعد سب سے زیادہ قوی ہتھیار حسن خلق کا ہتھیار تھا۔

پس ۴ گھریلو مسائل ہوں یا تمدنی مسائل ہوں یا (دیوان غالب) مذہبی مسائل ہوں جماعت احمدیہ کو ایسے اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے چاہئیں کہ جن کے نتیجے میں جن کو لوگ مسائل کہتے ہیں وہ دکھائی نہ دیں، مسائل اٹھیں ہی نہ۔ کیونکہ اعلیٰ اخلاق کے آدمی کے سامنے مسائل گھلتے رہتے ہیں جیسے غالب کہتا ہے۔

پر تو خلد سے ہے شبہم کی فنا کی تعلیم

اس طرح بد اخلاقیوں اور مسائل ایک اعلیٰ اخلاق کے چہرے کے سامنے از خود گھل جاتے ہیں پس وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جن کو محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے حوالے سے میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث درج ہے ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جبریل ہمیشہ مجھے پڑوسی سے

حسن سلوک کی تاکید کرتا آ رہا ہے یہاں تک کہ مجھ خیال ہوا کہ کہیں وہ اسے وارث ہی نہ بنا دے۔ (بخاری کتاب الادب حدیث نمبر: 5555)

پڑوسی کے ساتھ اتنا حسن سلوک کہ فرمایا مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آئندہ کبھی آئے تو وارث ہونے کی تعلیم بھی دے دے کہ پڑوسی کو خدا تعالیٰ نے تمہارے اموال میں وارث قرار دے دیا ہے اور یہ وہ رشتہ ہے جس میں مذہب کا اور خون کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ جُو قَرِيبِي ہوں اقرباء پڑوسی ہیں ان کا بھی خیال رکھنا ہے۔ لیکن جو بے تعلق ہیں ان کے ساتھ بھی برابر حسن سلوک کرنا ہے۔ پس یہ وہ مضمون ہے جس کو مغرب میں بہت کم سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہاں پڑوسی بعض دفعہ اس طرح ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ ساہا سال گزر جاتے ہیں اور کسی کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی۔ وہ کون ہے کہاں سے آیا۔ پھر چلا گیا تو کہاں چلا گیا؟ اور لوگ یہ بات پسند بھی نہیں کرتے مگر آنحضرت ﷺ نے جس رنگ میں پڑوسی سے تعلق کی ہدایت فرمائی ہے اس کے پیش نظر یہ تعلقات اجنبی ہونے کی بجائے پسندیدہ ہو سکتے ہیں اور ان پڑوسیوں میں بھی جو اسلام کی روح سے نا آشنا ہیں ان میں بھی اسلام کے حسن کے ذریعہ ان کے دلوں کو فتح کیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت نے ایک موقع پر ہدایت فرمائی کہ بہتر ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر کو ذرا لمبا کر لے یعنی کھانا پکا رہی ہے تو تھوڑا سا اور پانی ڈال لے تاکہ ہمسائے کو بھی کچھ پہنچا سکے۔ (مسلم کتاب البرصلہ حدیث نمبر: 4759) اب یہ ایک فطری بات ہے کہ اگر آپ پڑوسی کے معاملات میں ویسے دخل دیں اور کھڑے ہو کے اس سے باتیں کرنا شروع کریں تو کم سے کم انگریز مزاج تو اس کے خلاف بھڑکے گا اور بالکل پسند نہیں کرتا کہ آپ آتے جاتے اس کو چھیڑیں، اسے سلام دعا کریں اور کھڑے ہو کر بعض دفعہ باتیں کرنے کی کوشش کریں یا پوچھنے لگ جائیں تم کون ہو لیکن اگر اسے کوئی تحفہ پہنچا دیں کہ آج ہمارے گھر میں یہ پکا ہے اور ہم نے چاہا کہ تمہیں بھی شریک کریں تو ہرگز اس کے خلاف کوئی بدر عمل نہیں ہوگا بلکہ غیر معمولی طور پر ایسے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔

مجھے جرمنی سے ایک خاتون نے خط لکھا جن کے ہمسایوں سے بہت اچھے تبلیغی مراسم مضبوط ہونے لگ گئے، قرار پا گئے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ ایک موقع پر کوئی چیز انہوں نے پکائی تو اپنے ہمسائے کو بھجوا دی یہ کہہ کر کہ یہ ہمارا پاکستانی طرز کا کھانا ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ کو بھی

کھلائیں، اتنا متاثر ہوا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسے واقعات بھی اس دنیا میں ہو سکتے ہیں۔ یہ خود گھر پر چل کر شکر یہ ادا کرنے کے لئے آیا اور پھر تبلیغ کی ساری باتیں سنیں، دلچسپی لی، کتابیں مانگیں اور اب پورا تبلیغ کا سلسلہ اس کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ تو جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا گھر بھی اعلیٰ خلق سے جیتے جائیں گے، دنیا بھی اعلیٰ خلق سے ہی جیتی جائے گی اور آنحضرت ﷺ نے جو طریق ہمیں سمجھائے ہیں وہ ضرور دلوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

پھر حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کون مومن نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور اس کے اچانک واروں سے محفوظ نہ ہو۔ (بخاری کتاب الادب حدیث: 5557) اب یہ جو بات ہے یہ آج کل ایک بیماری بن گئی ہے کہ پڑوسیوں سے جھگڑے اور یہ بیماری مغرب میں زیادہ نہیں پائی جاتی، مشرق میں زیادہ پائی جاتی ہے اور یہاں بھی جو پڑوسیوں کے جھگڑے ہیں الا ماشاء اللہ۔ کبھی کبھی دوسرے پڑوسیوں سے بھی جھگڑے چلتے ہیں مگر اس کی وجہ کچھ اور تعصبات ہوتے ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں انگلستان میں یا جرمنی میں پڑوسی پڑوسی سے جھگڑتا نہیں۔ کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتا اس کی اپنی دنیا ہے۔ جہاں جھگڑے چلیں گے وہاں عام طور پر 'ریس ازم' یا اس قسم کے بعض دوسرے عناصر ہیں جو عمل دخل دکھاتے ہیں ورنہ عام طور پر جھگڑے نہیں چلتے۔ ہمارے ملک میں جہاں پڑوسی سے حسن سلوک کا رجحان بھی پایا جاتا ہے وہاں جھگڑنے کا بھی بہت رجحان پایا جاتا ہے اور بعض دفعہ پڑوسیوں میں بڑی سخت تو تو، میں میں ہوتی ہے۔ لاہور میں تو ایک دفعہ ایک محلے میں میں گیا تھا بچپن میں، تو وہاں پتا چلا کہ پڑوسیوں کے جھگڑے کئی کئی دن بعض دفعہ مہینوں چلتے ہیں اور وہ گالیاں دے دے کر ایک دوسرے کو پھر پرات الٹ کے عورتیں چلی جایا کرتی تھیں کہ اب ہم دوبارہ آئیں گی تو پرات الٹ کے پھر تمہیں باقی گالیاں دیں گی۔ ہمارے ملک خدا بخش صاحب جو ملک عطاء الرحمن صاحب کے والد ہیں ان کے ہاں میں گیا تھا ایک دفعہ بچپن میں، جب میں کالج میں پڑھتا تھا تو ان کے پڑوس میں یہ قصے چل رہے تھے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے تو میں حیران رہ گیا میں نے کہا یہ کیا ہو گیا انہوں نے کہا یہ تو روزمرہ کی بات ہے یہ تو کوئی حیرانی کی بات ہی نہیں، سارا محلہ اس طرح چل رہا

ہے، تو یہ بدیاں بھی ہیں۔

حسن سلوک کرنے کا جو مادہ ہے اگر وہ نہ رہے تو بدی میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ بے تعلقی بے تعلقی میں ہی رہتی ہے اس لئے نہ حسن نہ قبیح، نہ خوبی نہ برائی۔ مگر وہ تو میں جو اپنی خوبیوں کی حفاظت نہیں کرتیں وہ خوبیاں پھر بدیوں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔ پس اگر آپ نے حسن سلوک نہ کیا تو اس حدیث کی نصیحت کے یا انذار کے نیچے آپ آئیں گے۔ فرمایا وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا کون؟ تو فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور اچانک حملوں سے محفوظ نہ ہو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے صحیح بخاری کتاب الایمان میں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک حقیقی مومن نہیں بن سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

جس طرح قرآن کریم کا مضمون اقرباء سے شروع ہو کر پھر پھیلتا چلا جا رہا ہے احادیث میں بھی اقرباء کے ذکر بڑی عمدگی اور گہرائی اور تفصیل کے ساتھ ہیں اور پھر درجہ بدرجہ تعلقات کے پھیلاؤ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی نصیحتوں کا فیض بھی پھیلتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا کوئی مومن حقیقی مومن نہیں بن سکتا۔ اس مرتبہ اس کی یہ تشریح فرمائی جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی چھوٹی سی نصیحت ہے جس سے بڑی نصیحت ممکن ہی نہیں ہے انسانی تعلقات کو درست کرنے کے لئے اس چھوٹی سی بات میں تمام انسانی مصالح بیان فرمادیئے گئے ہیں ایک طرز فکر کا ذکر ہے۔ اگر تم اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو تو اس کی عزتیں تم سے محفوظ ہو گئیں، اس کے مال تم سے محفوظ ہو گئے، اس کے تمام حقوق تمہارے ہاتھوں میں اسی طرح محفوظ ہوں گے جس طرح اس کے اپنے ہاتھوں میں ہیں۔ اتنی عظیم الشان تعلیم ہے کہ تمام دنیا کے انسانی روابط میں خواہ وہ انفرادی سطح پر ہوں یا ملکی اور تمدنی سطح پر ہوں تمام دنیا کے مسائل کا حل اس اصلاحی مشورے میں داخل ہے کہ تم دوسروں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اب تمام دنیا میں جو ملکی سیاست چل رہی ہے اس میں کہاں اس بات کو داخل ہونے کی گنجائش ہے وہ اپنے لئے کچھ اور پسند کرتے ہیں دوسرے کے لئے کچھ اور پسند کرتے ہیں۔ رشتے داروں میں بھی یہی حال ہو رہا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ مشورہ بھی مانگا جائے تو مشورہ دینے

والا امین نہیں رہتا۔ ایسا مشورہ دیتا ہے کہ جو کسی اپنے عزیز کو نہیں دے سکتا اور ایسی نگاہیں دوسروں پر ڈالتا ہے جو اپنے کسی عزیز پر نہیں ڈال سکتا۔ پس یہ وہ نصیحت ہے کہ گہرائی کے ساتھ اس کے مضمون کو سمجھنے کے بعد اپنانے سے ہمارا معاشرہ حقیقۃً جنت کا نشان بن سکتا ہے۔ ہماری تمام بداخلاقیوں کو دور کرنے کا راز اس نصیحت میں ہے، تمام حسن خلق اختیار کرنے کا راز اس نصیحت میں ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرو۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق حضرت عبداللہ بن ابی طوفہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا اپنا ملنے جلنے کا انداز کیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ تکبر نام کو بھی نہیں تھا نہ آپ ناک چڑھاتے نہ اس بات سے برا مناتے اور بچتے کہ آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں۔ (حدیثہ الصالحین صفحہ: 42)

بعض لوگوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ کوئی غریب ساتھ چل رہا ہو تو اس سے کچھ فاصلہ رکھتے ہیں اور کئی دفعہ روزمرہ زندگی میں ہم نے دیکھا ہے ہمیشہ سے ہی ایسے واقعات دیکھنے میں آتے رہتے ہیں کہ بھرے بازار میں اگر کوئی امیر چل رہا ہو اور غریب اس کے ساتھ چل پڑے تو وہ اپنی اداؤں سے، اپنے انداز سے ایک فاصلہ بناتا ہے تاکہ دیکھنے والا محسوس کرے کہ ہم ایک نہیں ہیں اور اس طرح اس سے بات کرتا ہے کہ وقتی طور پر بات کرے اور کسی طرح پیچھا چھوٹے یہ اپنی راہ لے اور یہ جو فاصلے ہیں یہ ضروری نہیں کہ دور ہٹ کر بنائے جائیں انسانی انداز میں یہ فاصلے پائے جاتے ہیں اور دیکھنے والے صاحب فہم انسان کو دکھائی دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا مرتبہ اور مقام دیکھیں اور ایک صحابی کا جس نے بڑی باریک نظر سے آپ کے معاملات کو دیکھا ہے یہ بیان سنیں فرماتے ہیں آپ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ اس طرح چلتے تھے کہ ان کے ساتھ چلنے کو کبھی آپ نے اپنی شان کے منافی نہیں سمجھا۔ بل جل کر ان کے ساتھ چلا کرتے تھے ایک ہو کر چلا کرتے تھے اور ان کے کام آتے تھے اور ان کی مدد کرتے تھے بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

اب یہ جو آخری پہلو ہے اس حدیث کا یہ بہت ہی اہم ہے۔ نیکیاں یا اس قسم کے اخلاق جن کا ذکر کیا جا رہا ہے یہ دو طرح سے اختیار ہو سکتے ہیں اول چونکہ خدا نے فرمایا چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا اس لئے ہمیں کرنا چاہئے لیکن طبیعت پر بار رہتا ہے۔

اگر طبیعت پر بار رہتا ہے تو پھر آپ نے سنت پوری نہیں کی اگر محمد رسول اللہ کی سنت پر چلنا ہے تو پھر اپنے کمزور بھائیوں سے ایسا ذاتی تعلق پیدا کریں کہ ان کی مدد سے آپ کے دلوں میں خوشی پیدا ہوتی ہو اور اس سے لطف آتا ہو اور اگر یہ ہو جائے تو آپ کی نیکی کی حفاظت کے لئے اس سے بڑا ضامن اور کوئی نہیں۔ ہر وہ نیکی جو کوفت پیدا کرتی ہے جس سے تھکاوٹ ہو یا بیزاری ہو، وہ نیکی نہ افراد میں زندہ رہتی ہے نہ قوموں میں زندہ رہا کرتی ہے۔ نیکی وہی زندہ رہتی ہے جس کے ساتھ ایسا ذاتی تعلق ہو کہ نیکی کے بعد لطف آئے۔ پس ہر انسان اس پہلو سے خود غرض ہے۔ وہ غرض کے بغیر کوئی چیز نہ اختیار کر سکتا ہے نہ کسی چیز کو ہمیشہ کے لئے اپنا سکتا ہے۔ وقتی طور پر بعض مجبور یوں کے پیش نظر، بعض اصولوں کی خاطر ایک انسان طبیعت کے خلاف کام بھی کر لیتا ہے مگر ہمیشہ وہ نیکیاں اس کے ساتھ نہیں رہتیں جب تک اس کے دل کا جزو نہ بن جائیں، جب تک ان نیکیوں سے پیار نہ پیدا ہو جائے اور ان نیکیوں کے کرنے سے دلوں میں ایک طبعی بٹاشت پیدا نہ ہو۔ پس یہ صحابی بڑے ہی زیرک انسان تھے جنہوں نے سیرت کو بیان کیا ہے اور کس گہرائی سے بیان کیا ہے۔ محسوس کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ جب خدمت کرتے تھے تو کوئی طبیعت پر بوجھ نہیں ہوتا تھا بلکہ خوشی کا احساس نمایاں تھا۔ اس سے لطف آ رہا ہے کہ آہا کتنا اچھا موقع ملا میں اپنے غریب بھائی کے کام آ رہا ہوں۔

پھر آنحضرت ﷺ کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ شادی کی بدترین دعوت وہ ہے جس میں امراء کو بلایا جائے اور غرباء کو چھوڑ دیا جائے۔ (مسلم کتاب الزکاح حدیث: 2586)

اب ہمارے ملک میں بھی میں نے دیکھا ہے کہ دن بدن یعنی پاکستان کی بات میں کر رہا ہوں اور اس طرح اور بھی بہت سے ملکوں میں یہ رواج ہے اور یورپ میں تو اس بات کا تصور ہی نہیں کہ اپنے تعلقات کے دائرے سے ہٹ کر بھی کسی کو دعوتوں میں بلایا جائے مگر ہمارے ملکوں میں بھی یعنی نسبتاً غریب ملکوں میں یہ رواج اب زور پکڑ رہا ہے کہ امراء کی دعوتیں اتنی اونچی سطح پر اٹھتی ہیں کہ وہاں کسی غریب کو چہرہ دکھانے کی بھی مجال نہیں اور اگر غریب رشتہ دار بھی ہوں تو ان سے انحراف کیا جاتا ہے کہ کہیں ہمارے لئے شرمندگی کا موجب نہ بنیں اور امیروں کی دعوتیں الگ ہیں، ان کے اندر ہی عیش و عشرت کے الگ ہیں اور غریبوں کی دعوتیں الگ ہیں غریبوں کی دعوتوں میں امیر نہیں جاتے اور

امیروں کی دعوت میں غریبوں کو بلایا نہیں جاتا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ”شادی کی بدترین دعوت“ اور اکثر ایسا شادی بیاہ کے موقع پر ہوتا ہے فرمایا شادی کی بدترین دعوت وہ ہے جس میں امراء کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور اس کے ساتھ ایک عجیب بات فرمائی اور ”جو شادی کی دعوت کو قبول نہ کرے وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے“ اب یہ ایک وسیع مضمون کا ایک ٹکڑا ہے اور اگر اس کو پہلے مضمون کے تعلق کے ساتھ جوڑ کر نہ سمجھیں تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔

بیسویں مرتبہ آپ نے بھی شادی کی دعوت کو کسی مجبوری سے قبول نہیں کیا ہوگا اور جہاں تک اپنے قریبوں، دوستوں، عزیزوں کی شادی کی دعوت کا تعلق ہے وہ تو آپ شوق سے جاتے ہیں انتظار کرتے ہیں کہ آپ کو دعوت نامہ آئے بعض دفعہ نہ بھی آئے تو چلے جاتے ہیں۔ پھر کن دعوتوں کا ذکر ہے یہ اصل میں غریب دعوتوں کا ذکر ہے امراء کے مقابل پر غریبوں کا ذکر چلا ہے۔ فرمایا ہے بد نصیب اور بد بخت ہیں وہ شادیاں جن میں بلانے والے غریبوں کو نہ بلائیں اور صرف امیروں کو بلائیں اور پھر جب غریب اپنی شادیوں پر ان کو بلائیں تو یہ وہاں نہ جائیں کہ یہ غریبوں کی شادی ہے۔ اس لئے شادی بیاہ کے موقع پر میں نے جماعت کو نصیحت کی تھی اور اب وہ غالباً چھپ کر تمام دنیا میں پہنچ چکی ہوگی اس میں یہ بات بطور خاص داخل کی تھی کہ امیروں کو خاص طور پر غریبوں کی شادی میں پہنچنا چاہئے بلکہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اور ان کی بچیاں جو بھی اس بات کے لئے وقت نکال سکیں وقت سے پہلے وہاں جائیں اور ان کے گھروں کو صاف ستھرا کریں ان کو تیار کریں ان کی کمیاں دور کریں، کھانا پکانے وغیرہ میں ان کی مدد کی جائے اور جو چیزیں وہ نہیں خرید سکتے وہ اپنی طرف سے خرید کر ان میں داخل کریں اور یہ تبھی ممکن ہے کہ اگر وہ جائیں اور ان کی غربت کو دیکھیں کیونکہ محض نصیحت سے انسان کا دل حقیقت میں پگھل نہیں سکتا لیکن آنکھیں جب دیکھتی ہیں ایک حالت کو تو پھر ضرور پگھلتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نے جو نصیحتیں فرمائی ہیں، بہت ہی گہری، بہت ہی دیر پا اور دور کا اثر رکھنے والی ہیں کیونکہ حقیقت ہے کہ جب ایک غریب آپ کی شادیوں میں آئے گا اس کے کپڑوں کو آپ دیکھیں گے اور پھر اگر کوئی انسانیت ہو اور وہ عورتیں جو آپس میں پہلے یہ جھگڑ رہی تھیں کہ میرے کپڑے ایسے تھے اور تیرے کیسے ہو گئے جو گھر میں بچیاں شکوے کرتی ہیں کہ میری فلاں بہن کے تم

نے اچھے بنا دیئے اور مجھے کیوں نسبتاً خراب بنا کے دیئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ جاہلانہ سطحی باتیں ہیں سب مٹ جائیں گی کیونکہ جب ایک غریب کو پرانے کپڑوں میں دیکھیں گی اگر انسانیت ہے تو دل پگھلیں گے اور شرمندگی کا احساس ہوگا اور اپنے آپ کو وہ لوگ مجرم سمجھیں گے کہ ہمارے اتنے تعلقات تو تھے واقفیت تو تھی کہ ہم نے ان کو بلا یا ہے لیکن کیوں یہ خیال نہ کیا کہ ان کے لئے بھی اچھے کپڑے بنا دیئے جاتے۔ اور پھر جب غریب کی شادی پر آپ جائیں گے تو پھر آپ کو محسوس ہوگا کہ کیا کیا مسائل ہیں شادیوں کے۔ کہاں اپنے حال میں ڈوبے ہوئے امراء جن کے دماغ میں صرف یہ ہے کہ تین لاکھ سے کم میں شادی نہیں ہوتی پانچ لاکھ سے کم میں شادی نہیں ہوتی دس لاکھ سے کم میں شادی نہیں ہوتی کہاں وہ جو دو چار ہزار میں شادی کی کوشش کر رہے ہیں اس نے بچوں کے لئے بھی غریبانہ کچھ بنا کے دینا ہے، جو مہمان آنے والے ہیں ان کے لئے بھی کچھ پیش کرنا ہے تو یہ مسائل سوائے اس کے حل نہیں ہو سکتے کہ آنحضرت ﷺ سے آپ کے اخلاق سیکھے جائیں۔ کسی دوسرے سے نہیں خود آپ سے آپ کے اخلاق سیکھے جائیں اور وہ یہ حدیثیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زبانی بھی اور آپ کے کردار کی زبانی بھی آپ کے اخلاق ہمارے سامنے رکھتی ہیں۔ فرمایا شادی کی بدترین وہ مثال ہے کہ غریبوں کو نہ بلاؤ اور جب غریب تمہیں بلائیں تو تم اگر نہ جاؤ گے تو خدا اور رسول کی نافرمانی ہوگی۔

پھر آنحضرت ﷺ کا اپنے غلاموں سے سلوک، غلاموں سے مراد یہ ہے ادنیٰ غریب بندوں سے سلوک ایک ایسے معاشرے میں جس کے اخلاق آپ نے درست فرما دیئے تھے۔

اس معاشرے میں بھی وہ ایک تعجب انگیز سلوک تھا حیرت سے نگاہیں اس پہ اٹھ رہی تھی اور اس سے میری مراد وہ واقعہ ہے جو ظاہر بن حرام کے ساتھ پیش آیا۔ ظاہر بن حرام ایک دیہاتی تھا جو نہایت ہی بد صورت اور مکروہ صورت اور اس کے علاوہ اس کے کپڑے بھی گندے، دیہاتی کھیتوں میں کام کرنے والے کے جسم میں سے پسینے کی بدبو بھی آتی تھی اس کو رسول اللہ ﷺ سے بہت پیار تھا جب بھی آتا تھا کوئی تھوڑی سی سبزی، کوئی ایک گاؤں کا پھل تحفہ اٹھا کر لے آیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ کھڑا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ کسی نے پیار سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے ہیں اور اس نے حیرت سے پوچھا اور اس نے اپنا جسم ساتھ رگڑنا شروع کیا پچاننے کی غرض سے گویا پچان پارہا

ہے کہ کون ہے اور ساتھ ساتھ باتیں کرتا جاتا تھا کہ یہ ہوگا وہ ہوگا اور آنحضرت ﷺ اسی طرح اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھیں بند کئے پاس کھڑے رہے اور وہ منہ سے بولا نہیں جسم رگڑتا رہا گویا پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے اور مقابلہٴ پیار کا اظہار جس طرح بعض دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا بچے ماؤں سے لپٹ کے رگڑتے ہیں اپنے آپ کو۔ بعض دفعہ بلی کے بچوں کو آپ نے پیار سے دیکھا ہوگا بستر میں گھس کے وہ اپنے بدن کو خوب رگڑتے ہیں پیار سے۔ یہ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شروع کیا ہوا تھا اور آپ خاموش کھڑے اس کے نخرے برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے یہ اعلان کیا کہ ہے کوئی غلام خریدنے والا۔ میں ایک غلام بیچتا ہوں۔ تب اس نے آنحضرت ﷺ سے عجز کے ساتھ یہ کہا یا رسول اللہ! اس بد صورت، بے قیمت انسان کو کون خریدے گا۔ آپ نے فرمایا دیکھو میرا خدا، آسمان کا خدا تمہارا خریدار ہے۔ محمد بیچ رہا ہے یہ غلام۔ ان بندوں کو کیا پتا کہ تمہاری کیا قیمت ہے میرے اللہ کے نزدیک تمہاری بہت قیمت ہے اور پھر اس نے بتایا۔ یا رسول اللہ! یہ کیسے ممکن تھا کہ میں آپ کو پہچان نہ لیتا۔ مجھ سے یہ پیار کا سلوک اور کرکون سکتا تھا۔ ایک ہی تھا اور وہ محمد مصطفیٰؐ تھے۔ پس میں جانتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ اس سے بہتر اور کون سا موقع مجھے میسر آئے گا کہ اپنے بدن کو آپ کے پاک بدن سے رگڑوں۔

پس ایک طرف غربت تھی جس میں سے بد بو بھی اٹھ رہی تھی جو بد صورتی کا مظہر تھی ہر دنیا کے لحاظ سے برائی اس میں پائی جاتی تھی، ایک طرف حسن و خوبی کا وہ پیکر کہ اس سا کوئی پیکر کبھی ایسا حسین پیدا نہیں ہوا تھا یہ امتزاج تھا اعلیٰ اور ادنیٰ کا۔ اس طرح خدائی بندوں سے ملتی ہے۔ اس طرح خدا کے مظہر دنیا میں خدا کے پیار اور محبت کو خدا کے بندوں میں منتقل کیا کرتے ہیں۔ آپ ایسا ہونے کی کوشش کریں اگر اپنے اخلاق آپ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے سیکھے اور ویسے بنانے کی کوشش کی تو آپ تو کیا آپ کے غلاموں کا بھی خدا خریدار بن جائے گا، تمام دنیا پر آپ کے دل حکومت کریں گے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کی حکومت جاری ہوگی اور یہی ایک ذریعہ ہے اپنے معاشرے کو درست کرنے کا اپنے شہروں کی گلیوں کو، اپنے شہروں کو، اپنے علاقوں اور اپنے ملکوں کو۔ تمام دنیا کا حسن آج اس ایک بات سے وابستہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام محمد رسول اللہ ﷺ کے سچے اور حقیقی غلام بن جائیں اور آپ کے احسان کا جادو سب دنیا کے دلوں پر چلنے لگے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔